© rasailojaraid.com

آسمان کھا گیا یا زمین

سلیم منصور خالد

''رات تین بجے دروازے پر دستک ہوئی' دروازہ کھولا' تو چند مسلح افراد کچھ پوچھے بغیر گھر میں گھس آئے' میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے' فون کے تار کاٹ دیے اور جاتے ہوئے کہا:
''اس بات کا کسی سے ذکر کیا تو عبرت ناک انجام ہوگا''۔

''میرا بیٹا نہایت بے ضرر اور سیدھا سادا نوجوان ہے مگر مسجد سے نکلتے ہی ایک آدمی نے اس کی گردن دبوچ لی اور کہا: یہ دہشت گرد ہے' سامنے سے جیپ آئی' اُس میں پھینکا اور گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ ڈیڑھ سال ہوگیا ہے میں اسے تلاش کر کے تھک گئی ہوں۔ میری بیوگی میں وہی میرا سہارا تھا اور ابھی بارھویں میں پڑھ رہا تھا' معلوم نہیں کس حال میں ہے۔ وزیرداخلہ سے لے کر کور کمانڈر تک کو ملی ہوں' کوئی نہیں مانتا کہ اس نے پکڑا ہے''۔

''میرا بھائی آٹھ ماہ سے غائب تھا' ہم اسے تلاش کرکر کے تھک گئے۔ اسی غم میں والد صاحب فالج کے حملے کے نتیجے میں بستر سے لگ گئے۔ ہر ادارہ اس کے بارے میں بے خبری کے پتھر برساتا رہا' لیکن اب سے ۱۵ روز پہلے ایک ہرکارے نے آکر اطلاع دی کہ وہ سرکاری ایجنسی کی حراست میں ہے' ضمانت پر رہائی ہوجائے گی''۔

یہ واقعات کسی جاسوسی ناول کی من گھڑت کہانیاں نہیں' نہ یہ کسی کمیونسٹ ملک میں گزرنے والی ظلم کی داستانیں ہیں' بلکہ پاکستان کے طول وعرض میں ایسی خوف ناک داستانیں' سامع کا خون منجمد کردیتی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلاشبہہ پاکستان میں خفیہ ایجنسیوں نے قومی مقاصد کے لیے بہترین کارنامے سرانجام دیے ہیں جن پر قوم کو فخر ہے، مگر بدقسمتی سے متعدد ایجنسیوں نے گذشتہ کئی برسوں سے یہ راستہ منتخب کر رکھا ہے کہ جب اپنے ارادے یا منصوبے کے تحت ضروری سمجھا تو آناً فاناً کسی فرد کو اٹھا لیا[۱]۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مشقِ ستم کا نشانہ اکثر وہ لوگ بنے جنھوں نے زندگی کے کسی نہ کسی حصّے میں خود اپنی مسلح افواج کا ہاتھ بٹاتے ہوئے، دشمن سے دو دو ہاتھ کیے تھے۔

نائن الیون کے بعد بعض لوگوں نے ایک ایک دو دو ہزار ڈالر کے عوض غیر ملکی مسلمان مجاہدوں کو امریکیوں اور مقامی اہل کاروں کے ہاتھ بیچا۔ حالانکہ کل تک یہ لوگ پاکستان کے محسن قرار دیے جاتے تھے، کہ جنھوں نے جان لڑا کر سوویت یونین کو شکست دینے کا تمغہ پاکستانی پالیسی سازوں اور عساکر کے سینے پر سجا دیا تھا، مگر اب حالات نے کروٹ لی اور یہ سب لوگ بڑی بے رحمی سے مسترد شدہ بوجھ قرار پائے، جنھیں قیمت پر یا بلا قیمت بڑی بے رحم اور دنیا بھر میں لاقانونیت کی علامت ریاست کے سپرد کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ خود پاکستان سے ایک قابلِ لحاظ تعداد افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک رہی تھی، جنھیں خود پاکستانی افواج نے یہ تربیت دی تھی، اب وہ تمام جاں باز 'مشکوک کردار کے حامل' قرار پائے۔ اسی طرح جہادِ کشمیر میں شریک نوجوان اپنے جذبے اور ایمان کے ساتھ شریک ہوئے تھے، لیکن پاکستان کی حکومتوں نے ابتدائی زمانے سے لے کر آج تک جس اخلاقی کمزوری کے ساتھ عوام میں سے جاں باز شہریوں کے جذبوں کا خون کیا ہے اور پھر آنِ واحد میں سجدہ سہو کیا ہے، وہ قومی تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ وہ لوگ جنھیں عظیم مجاہد کہا جاتا تھا، ان میں کتنے ہیں جنھیں عقوبت خانوں میں دھکیلا جا رہا ہے،

۱- یہاں پر لاطینی امریکا کے ملک چلّی کے آمر جنرل آگسٹو پنوشے (Pinochet) کا حوالہ برمحل ہے جس نے کمانڈر انچیف بننے کے ۱۹ روز بعد صدر سلواڈور آلندے کو قتل کر کے اقتدار سنبھالا اور ۱۱ اگست ۱۹۷۳ء سے ۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء تک اپنے جابرانہ دورِ اقتدار میں امریکی سی آئی اے کے احکامات کی تعمیل اور ذاتی انانیت کی تسکین کے لیے ڈھائی لاکھ ہم وطنوں کو قید کیا، ۳ ہزار سے زیادہ ہم وطنوں کو کسی نہ کسی لمحے اچانک اٹھا کر غائب کر دیا اور ۳۵ ہزار سے زیادہ لوگوں کو تشدد کے نتیجے میں مستقل مریض بنا دیا۔ ریٹنگ (Retting) کمیشن اور ولیش (Valech) رپورٹ میں ہوش ربا تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ مگر آج جنرل پنوشے اپنے ملک میں نفرت کی ایک علامت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو قومی خفیہ ایجنسیوں کے آہنی پنجروں میں سسک رہے ہیں اور ان کے والدین کرب ناک کیفیت میں تڑپ رہے ہیں۔

وہ لوگ جو جذبۂ ایمانی میں اپنا معاشی مستقبل اور اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر قومی قیادت کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکلے تھے، جنھیں نہ تنخواہ کا شکوہ تھا اور نہ نوکری کی تلاش، ان میں سے کتنے ہیں جنھیں کرزئی اور بش کے وحشیوں کے سپرد کیا جا رہا ہے یا خود ان کے ہم وطن ہی ان پر ستم کے تمام گر آزما رہے ہیں۔ اب یہ عمل کوئی راز نہیں رہا ہے۔ کل تک کوئی اخبار یہ چیزیں شائع کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا، لیکن اب، جب کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے تو پاکستانی پریس میں گاہے بہ گاہے کوئی نہ کوئی چیخ سنائی دیتی ہے۔

یکم جولائی ۲۰۰۶ء کو بی بی سی کی اُردو سروس پر اس حوالے سے ایک جان دار پروگرام نشر ہوا۔ ۲جولائی کے تمام پاکستانی قومی اخبارات نے اسی مناسبت سے ہلا دینے والی خبریں شائع کیں۔ روزنامہ نوائے وقت کے ادارتی نوٹ کے مطابق: ''بی بی سی نے گذشتہ ڈیڑھ دو سال کے دوران پاکستان کے مختلف علاقوں سے غائب اور لاپتا ہونے والے ایسے افراد کی فہرست جاری کی ہے جن کا تعلق مختلف سیاسی تنظیموں سے ہے اور ان افراد کو مبینہ طور پر ایجنسیوں نے اپنی تحویل میں لے رکھا ہے...... وزیرستان میں روزنامہ دی نیشن کے بیورو چیف کے بارے میں بھی بتایا گیا تھا کہ انھیں مبینہ طور پر کسی ایجنسی ہی نے اغوا کیا تھا اور بعد ازاں انھیں شہید کر دیا تھا۔ پاکستان میں ایجنسیوں کے ذریعے سیاسی کارکنوں اور دیگر حکومت مخالف عناصر کو گرفتار کرنا اور انھیں اس طرح لاپتا رکھنا کہ ان کے ورثا مارے مارے پھرتے رہیں اور کوئی [سرکاری] محکمہ ان کی گرفتاری کی ذمہ داری ہی نہ لے، انتہائی وحشت ناک اور انسانیت سوز عمل ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مہذب معاشرہ ایسی گرفتاریوں کو برداشت نہیں کرتا۔ خفیہ ایجنسیوں کا یہ کام نہیں ہے...... خفیہ ایجنسیوں کو غیر قانونی اقدامات اور اپنے چارٹر کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہیے''۔ (۳جولائی ۲۰۰۶ء)

۱۸ اگست ۲۰۰۶ء کے قومی اخبارات میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا یہ شدید ردعمل شائع ہوا جس میں انھوں نے راولپنڈی سول لائنز کے تھانے دار سے فرمایا کہ وہ چالاکی اور تماشا بند کرے، اور اغوا کیے جانے والے فرد کو عدالت کے سامنے پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے۔ مگر ایک ممتاز کالم نگار کے بقول صرف اہلِ پاکستان کے ساتھ ہی یہ سلوک نہیں کیا جا رہا، بلکہ قانونی ویزے پر آنے والے مسلم ممالک کے باشندوں کو بھی اسی بھٹی سے گزارا جا رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''لیکن یہ صرف ایک فرد تو نہیں ہے جسے اغوا کرلیا گیا، وہ تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں...... [۱۸ اگست ہی کے اخبارات] پر ایک چھوٹی سی خبر یہ بھی ہے کہ پشاور کی ایک عدالت نے عراقی مزاحمت کار مرحوم الزرقاوی کے نائب ہونے کے الزام میں گرفتار ملزم سمیت سات غیرملکیوں کو رہا کردیا۔ ان میں اکسفرڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے ڈاکٹر برہان شامل ہیں۔ الجزائر کے سعید احمد ہیں جو ۱۶ ماہ جیل میں پڑے رہے۔ الجزائر ہی کے سفیان اخضر ہیں جنھوں نے ۱۳ ماہ قید کاٹی، ناجہ بن صالح کا تعلق تیونس سے ہے اور وہ ۱۸ ماہ سے سلاخوں کے پیچھے پڑے تھے۔ اسی زمانے میں تاجکستان کے جمشید احمد بھی پشاور سے گرفتار ہوئے اور ناجہ بن صالح کے ساتھ وہ بھی رہا کردیے گئے کہ بے گناہ ثابت ہوئے۔ ان کے ہم وطن ظریف لطیف کے خلاف کوئی ثبوت نہ پیش کیا جاسکا، تاہم ان پر جیل میں تشدد کے کیسے حربے آزمائے گئے کہ [ظریف] قیدی کی انتڑیاں پھٹ گئیں اور وہ کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ ۶ ہزار سے زیادہ ایسے پاکستانی اور غیرملکی [مسلمان] جیلوں میں پڑے ہیں جن کی فریاد سننے والا کوئی نہیں...... امریکیوں کو ان پر شبہہ تھا...... [حالانکہ] خود عراق اور افغانستان میں برپا امریکیوں کی خوں آشامی نے وہ عالم گیر کش مکش پیدا کی ہے جس نے پاکستان کو استعمار کی چراگاہ بنا دیا ہے۔ ہمارے ہوائی اڈوں پر وہ براجمان ہیں، ہمارے گھروں کو غیرملکی سونگھتے پھرتے ہیں اور ہمارے شہریوں کو وہ گرفتار کرکے لے جاتے ہیں اور پھر گوانتانا موبے کے پنجروں میں بند کرا دیتے ہیں''۔ (ہارون الرشید، نوائے وقت، ۱۹ اگست ۲۰۰۶ء)

گوانتاناموبے میں ہمارے 'روشن خیال ترقی پسند' قائدین[۲] کے دستِ فیض سے بھیجے جانے والے قیدیوں کا کیا حشر ہو رہا ہے، اسے جاننے کے لیے پاکستانی کشمیری معظم بیگ (پیدایشی برطانوی) کی کتاب *Enemy Combatant* (لندن، فری پریس ۲۰۰۶ء) کا مطالعہ کافی ہے،

۲- ناین الیون کمیشن سفارش کرتا ہے: ''اگر جنرل مشرف روشن خیال جدیدیت کے لیے ثابت قدمی دکھائے، وہ اپنی جان اور اپنے ملک کی جان بچانے کے لیے لڑے تو امریکی حکومت کو ان کے لیے سخت راستوں پر چلنا ہوگا'' (ص ۳۶۹)۔ اس جملے کے اندر خود جنرل مشرف صاحب اور پاکستان کی تحقیر کا پورا سامان موجود ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جسے جنوری ۲۰۰۲ء کو پاکستانی ایجنسی نے اسلام آباد سے اغوا کر کے گوانتاناموبے کے جلادوں کے حوالے کیا تھا۔ خود پاکستان میں ایسے بے گناہ قیدیوں کے احوال جاننے ہوں تو کوئی نہ کوئی نوجوان اپنے اندر اٹھنے والے نوحوں کو ہونٹوں پر روکے نظر آجائے گا۔ جن کو اندھا دھند پکڑ کر غائب کر دیا جاتا ہے اور سال سال بھر اُن کے بارے میں کچھ بتانے سے ایجنسیوں' پولیس اور وزارتِ داخلہ کے کارندے انکاری رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بے گناہ ثابت ہو کر یا تو خدا کے حضور پہنچ جاتا ہے' وگرنہ اس حال میں رہا کیا جاتا ہے کہ بے گناہ ہوتے ہوئے وہ ہڈیوں کا پنجر اور ٹی بی یا کالے یرقان کا مریض بن چکا ہوتا ہے۔ کیا ایسا عمل کرنے والے واقعی پاکستانی ہیں؟

اقتدار اور اختیار ڈھلتی چھاؤں ہے۔ ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ ہم کس کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ امریکی چاہتے ہی یہ ہیں بقول نپولین: ''مسلم معاشروں کو خود ایک دوسرے پر بھوکے شیروں کی طرح چھوڑ دیا جائے اور یہ آپس ہی میں لڑتے مرتے رہ جائیں''۔ اس عمل کی عبرت ناک مثال افغانستان اور عراق میں روزانہ ہم وطنوں کی دونوں جانب سے اٹھنے والی لاشیں ہیں۔

یہاں پر واضح الفاظ میں یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی فرد قانون سے بالاتر نہیں ہے' چاہے وہ عالم ہو یا صحافی یا سپہ سالار ہو یا عام شہری۔ اگر ان بے گناہ قیدیوں میں سے واقعی کسی نے جرم کیا ہے تو اسے لازماً اپنے جرم کی سزا ملنی چاہیے' مگر کھلی عدالت میں مقدمہ چلنے کے نتیجے میں۔ حکومت اسے قانون کے مطابق سزا دلائے اور عدالت کے ذریعے ہی مجرم کو سزا دی جائے۔ ان کے بچوں' والدین اور رشتہ داروں کو ذلیل کرنے اور قدم قدم پر جھوٹ بول کر دھوکا دینے کا ہرگز کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ عمل متاثرین کا اعتماد صرف حکومت پر ختم نہیں کرتا بلکہ ایسے افراد کا یقین خود ریاست سے اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ فرد جو سال بھر بے جا تشدد کی سولی پر لٹکنے کے بعد بے گناہ ثابت ہو کر پاکستانی گوانتاناموبے سے یا امریکی گوانتاناموبے سے رہا ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے ان قیمتی لمحوں اور ناپیدا کنار صدمے کا جواب دہ کون ہے؟ اس لیے یہ بے جرم ملزم اور ان کے رشتے دار سوال کرتے ہیں کہ کیا پاکستان واقعی ایک آزاد ملک ہے؟

یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اور اس المیے میں سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ پہلو بھی ہے کہ ان بے نوا مظلوموں کی دادرسی کے لیے سیاسی پارٹیوں نے کوئی بامعنی آواز نہیں اٹھائی' حالانکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ واقعات دلدوز چیخوں کے ساتھ ہر شہر میں سنے جارہے ہیں۔ یہ بے چارے تو اتنے بڑے ملک میں بے پہچان اور شاید بے نام لوگ ہی قرار دیے جائیں، مگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ساتھ جو ہو رہا ہے، وہ پاکستانی اہلِ دانش اور اہلِ سیاست کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس صورت حال میں امید کی واحد کرن سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس رہ جاتے ہیں، جو ان تفصیلات کو جمع کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے لیے اپنے اختیار سوموٹو کو حرکت میں لائیں۔ اس سے نہ صرف مظلوموں کو نجات ملے گی، بلکہ خفیہ کاری کے تمام ادارے اپنے چارٹر سمیت عمل اور تجزیے کی میزان سے گزریں گے اور ان اداروں کے اہل کار بھی یہ بتاسکیں گے کہ وہ کتنے مجبور اور کتنے بااختیار ہیں؟ نیز عوام کو بھی معلوم ہوسکے گا کہ وہ کتنے آزاد اور کتنے مجبور ہیں؟

بیرون ملک خریدار توجہ فرمائیں

بیرونی ممالک میں مقیم سالانہ خریداروں کو اختتام مدت سے دو ماہ قبل اطلاع دی جائے گی۔ مدت کے اختتام تک زرتعاون وصول نہ ہونے کی صورت میں ترجمان القرآن کی ترسیل بند کردی جائے گی۔

جن خریداروں کی طرف بقایا جات ہیں انھیں اطلاع دی گئی ہے، ازراہ کرم جلد از جلد ادائیگی فرمائیں۔ خصوصی درخواست ہے کہ اپنے ای میل پتوں سے مطلع فرمائیں۔

خریداروں سے بھرپور تعاون کی توقع ہے۔

مینیجر ترجمان القرآن

امام حسن البنا شہیدؒ کے صد سالہ یومِ پیدایش کے حوالے سے ترجمان القرآن کی **اشاعتِ خاص** کی تیاری جاری ہے۔ ملک اور بیرون ملک سے اہلِ علم کے متعدد قیمتی مقالات موصول ہوچکے ہیں جن کی تدوین و ترتیب کی جارہی ہے۔ جلد ہی تاریخ اشاعت کا اعلان کیا جائے گا۔ (ادارہ)

© rasailojaraid.com